محمد عبیداللہ خاں صاحب عفیف

عقیقہ اور قربانی کی شرعی حیثیت

بسلسلہ

کیا اسلام میں قربانی جائز ہے

ہمارے فاضل دوست حضرت مولانا محمد عبیداللہ خاں صاحب عفیف تدریس اور علم و تحقیق کے میدان میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ وسعت مطالعہ اور استحضار کا یہ عالم ہے کہ جب قلم اٹھاتے ہیں تو متعلقہ موضوع کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہنے دیتے، کتاب و سنت پر انکی نگاہ بہت گہری ہے۔ صحابہؓ تابعینؒ اور فقہائے امت کے افکار نظریات اور اقوال کے محمل اور اطلاقات سے خوب واقف ہیں زیرِ نظر مضمون پر بھی موصوف نے قلم اٹھا کر حسبِ روایات تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ ترجمان الحدیث کے آپ دیرینہ کرم فرما ہیں جس کے لیے ادارہ ان کا خصوصی شکر گزار ہے۔

(زبیدی)

جو اسلامی نظام کا نفاذ نہیں چاہتے :۔ تشکیل پاکستان کے کچھ عرصہ بعد سے ملک میں اسلام دشمن گروہوں نے آپس میں اس امر کے لیے گٹھ جوڑ کر لیا ہے۔ اور اس کے لیے مسلسل پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے کہ ملک میں اسلامی قانون نافذ نہ ہو۔ وہ تین گروہ یہ ہیں۔

۱۔ کیمونسٹ ۲۔ منکرین حدیث (پرویز پارٹی) ۳۔ مرزائی

یہ تینوں ٹولے اسلامی نظام اور اس کی تعدی پابندیوں اور اخلاقی اصولوں سے لرزاں اور ترساں ہیں۔ انہیں قطعاً گوارا نہیں کہ پاکستان میں کوئی ایسا نظامِ زندگی قائم ہو جو خالص کتاب و سنت پر مبنی ہو۔ ان کو یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہے کہ پاکستان کے مسلمان اپنی تمام تر عملی کمزوریوں کے باوصف اسلامی نظامِ زندگی اور کتاب و سنت کے ساتھ بے پناہ محبت رکھتے ہیں۔ اس لیے یہ تینوں ٹولے اسلامی عقائد اور احکام کا برملا انکار کرنے کی

اپنے اندر ہمت نہیں پاتے ۔ بلکہ اسلامی عقائد و اعمال پر مختلف بہانوں سے حملہ کرتے ہیں ۔ اور ان کی اہمیت گھٹانے میں کوشاں اور ان کا مذاق اڑانے میں جتے ہوئے ہیں پاکستان کا خواندہ طبقہ مرزائیوں کے علم کلام اور طریقہ واردات سے اب ناواقف نہیں رہا۔ لیکن انہیں یہ پتہ نہیں کہ کمیونسٹ اور پرویز پارٹی مرزائیوں سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے ۔

کیا عقیقہ جاہلی رسم ہے :۔ جن مسائل شرعیہ کو ان دونوں نے اپنی مزعومہ تحقیق و ریسرچ کی آماج گاہ بنا رکھا ہے ان میں عقیقہ اور قربانی کے مسئلے بھی شامل ہیں ان نام نہاد محققین کی تحقیق کا ماحصل یہ ہے کہ عقیقہ جاہلی رسم ہے عید قربان کے موقعہ پر قربانی کا اہتمام کرنا معاذ اللہ قومی اموال کا بے محابا ضیاع ہے اور قومی دولت کا یہ اسراف ان کے مطابق قومی خیانت کا ارتکاب ہے ۔ جہاں تک اس تحقیق زدہ لوگوں کے دلائل کی معقولیت کا تعلق ہے ۔ تو حقیقت یہ ہے کہ مرزائی ٹولے کی طرح ان کے ہاں بھی بس چند مغالطے اور مفروضے ہیں جنہیں نمک مرچ لگا کر پیش کرتے رہتے ہیں ۔

چنانچہ اسی طرح کا ایک مضمون ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۴ء کے روزنامہ جنگ لاہور میں "کیا عقیقہ دورِ جہالت کی رسم تھی" کے عنوان سے جناب ایم اشرف صاحب اعظم کلاتھ مارکیٹ کا شائع ہوا ہے جو دراصل جناب پروفیسر رفیع اللہ شہاب کے ایک انگریزی مضمون کا اردو ترجمہ ہے ۔ جو گزشتہ سال پاکستان ٹائمز میں شائع ہوا تھا۔ چونکہ اس مضمون میں عقیقہ کے عدم جواز کے بارے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک غلط فتویٰ کی آڑ لے کر قربانی جیسے مسلمہ شعار اسلام اور چار ہزار سال سے رائج سنت متواتر کی اہمیت اور مشروعیت کو چیلنج کر کے ملتِ اسلامیہ پاکستان کے ذہنوں میں تشکیک کا زہر گھولنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ اس لئے بہت سے احباب نے ہمیں اس مضمون کے تراشے اور فوٹو اسٹیٹ بھیج کر اس کا تحقیقی اور علمی جائزہ لینے کی فرمائشیں کی ہیں ۔ مزید برآں جنگ کے ادارتی نوٹ میں بھی اس موقف پر اظہار خیال کی دعوت دی گئی ہے ۔ چنانچہ پیشِ نظر مقالہ میں اسی مضمون کا تحقیقی اور علمی جائزہ پیش کیا جاتا ہے ۔ واللہ الہادی ۔

وجہ مغالطہ :۔ پروفیسر رفیع اللہ صاحب کے مترجم ایم اشرف صاحب لکھتے ہیں "پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ لڑکے یا لڑکی کی پیدائش پر کوئی قربانی نہیں ہوگی بدائع الصنائع ج ۵ ص ۱۲۷ ۔

جواب : امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب یہ فتویٰ بوجوہ غلط ہے ۔

احناف کا نظریہ عقیقہ سنت ثابتہ ہے :- وجہ اوّل - یہ کہ اگرچہ امام حسن بصری امام لیث بن سعد ، داؤد ظاہری ، ابن حزم ، ابو زناد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عقیقہ واجب[1] ہے - لیکن فقہاء محدثین جمہور علماء امت اور ائمہ اہل بیت کے نزدیک عقیقہ سنت ہے ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۹ ص ۵۰۷ ، محلی ابن حزم ج ۷ ص ۵۲۸ وسبل السلام ج ۴ ص ۹۷ ، اور نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۵۰ ۔

ہمارے نزدیک جمہور کا مذہب ہی صحیح ہے کہ احادیث صحیحہ ثابتہ سے عقیقہ کا سنت ہونا متبادر ہے - احادیث ملاحظہ فرمائیے ۔

عقیقہ اور احادیث

۱ ۔ حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں - میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ہر لڑکے کے ساتھ اس کا عقیقہ لگا ہوا ہے - لہٰذا اس کی طرف سے عقیقہ کرو اور اس کے بال بناؤ - صحیح بخاری باب اماطۃ الاذی عن الصبی فی العقیقہ ج ۲ ص ۸۲۲ جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۶۲ دابو داؤد مع شرح عون المعبود ج ۳ ص ۶۶ محلی ابن حزم ج ۷ ص ۵۲۴ ، نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۴۹ ۔

۲ ۔ سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ اپنے اپنے عقیقہ میں مرہون (گروی) ہوتا ہے - اس کی ولادت کے ساتویں روز اس کا عقیقہ کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے - رواہ احمد والاربعۃ وصححہ الترمذی ، سبل السلام ج ۴ ص ۹۸ ، نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۴۹ وقال الترمذی ھٰذا حدیث حسن صحیح تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۳۶۴ ۔

۳ ۔ **لڑکا اور لڑکی کے عقیقہ کی تفصیل :-** ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رض کو فرمایا کہ لڑکے کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کر لی چاہیے ۔ امام ترمذی فرماتے ہیں اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ، ام کرز رض ، بریدہ ، سمرہ ، ابو ھریرہ ، عبداللہ بن عمر ، انس ، سلمان اور ابن عباس سے بھی احادیث منقول ہیں - اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن اور صحیح ہے ۔ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ج ۲ ص ۳۶۲ ، سبل السلام شرح بلوغ المرام ج ۴

[1] فتح الباری ج ۹ ص ۵۰۷ ومحلی ابن حزم ج ۷ ص ۵۲۹ ۔

ص ۹۷، اور نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۴۹۔

۴۔ حضرت ام کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک ذبح کرنی ہوگی خواہ عقیقہ کے مویشی مذکر ہوں یا مؤنث دونوں جائز ہیں۔ رواہ احمد والترمذی وصحیح، نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۴۹ عون المعبود ج ۳ ص ۶۶ و تحفہ الاحوذی ج ۲ ص ۲۶۲ وسبل السلام ج ۴ ص ۹۸۔

اوّل اور دوم دونوں صحیح احادیث سے معلوم ہوا کہ عقیقہ سنت ثابتہ ہے اور سوم چہارم دونوں صحیح احادیث سے مزید یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑکے کی پیدائش پر عقیقہ دو بکریاں اور لڑکی کی ولادت پر ایک بکری ذبح کرنی سنت ہے۔ ہاں اعسار (مالی تنگی ترشی) کی وجہ سے لڑکے کے عقیقہ میں ایک بکری بھی کفایت کر سکتی ہے۔

ان احادیث صحیحہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ عقیقہ سنت ثابتہ ہے اور معلق ہے کہ حدیث صحیح کے مقابلہ میں کسی امام کا قول اور فتویٰ نہ حجت ہے نہ قابل اعتبار۔ کیونکہ حجت فقط کتاب و سنت ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ پھر اگر تم کسی بات پر جھگڑ پڑو تو اس جھگڑے کو اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے جاؤ۔ (سورہ نساء ۵۹)

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ائمہ کرام نے صاف صاف لفظوں میں اپنی تقلید کے علی الرغم حدیث پر عمل کرنے کی وصیت فرمادی ہے۔

۱۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں:۔ اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔ ردالمختار ج ۱ ص ۶۸۔ جب حدیث مل جائے تو وہ حدیث ہی میرا مذہب ہے۔

۲۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کا قول و فتویٰ رد اور اخذ کی زد سے باہر ہو۔ حجۃ اللہ ج ۱ ص ۱۵۷۔

۳۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:۔ جو کچھ حدیث میں ہے بس میرا وہی مذہب ہے حجۃ اللہ ج ۱ ص ۱۵۷

۴۔ امام احمدؒ بن حنبل:۔ اپنی اور دوسرے مجتہدین کی تقلید سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ احکام و مسائل کتاب و سنت سے اخذ کرو۔ ایضاً۔

۵۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:۔ اگر ہمیں صحیح حدیث مل جائے جو ہمارے امام کے مذہب کے خلاف ہو اور ہم اس حدیث کو چھوڑ کر اپنے امام کے قیاس و تخمین کی پیروی پر ڈٹے رہیں،

تو اس صورت میں نہ تو کوئی شخص ہم سے زیادہ ظالم ہوگا اور نہ قیامت کے دن رب العالمین کے سامنے ہماری کوئی معذرت قبول ہوگی۔

۴۔ امام ابن حزم فرماتے ہیں لا حجۃ فی قول احد مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۶۶۔ وص ۳۷۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مقابلہ میں کسی بھی اُمتی کا قول حجت نہیں۔ ان تصریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے بڑے سے بڑا مجتہد اور امام بھی اتھارٹی (سند) نہیں۔ خواہ وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہوں یا کوئی اور صاحب خواہ ایک ہوں یا سینکڑوں۔ غرضیکہ چونکہ امام ابوحنیفہ کا یہ فتویٰ احادیث صحیحہ غیر منسوخہ کے سراسر خلاف ہے لہٰذا حجت نہیں تعجب ہے کہ پروفیسر صاحب ایک طرف تو نبی معصوم کی احادیث صحیحہ محکمہ کا انکار کرتے ہیں اور دوسری طرف اپنے غلط نظریہ کی تقویت و ترویج میں غیر معصوم امتی (امام ابوحنیفہؒ) کے ایک مشکوک فتویٰ کا سہارا لینے میں عار محسوس نہیں کرتے۔

وجہ دوم۔ اس فتویٰ کے غلط ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ان احادیث صحیحہ کا علم نہ تھا ورنہ وہ ایک ضعیف حدیث کی بنیاد پر یہ غلط فتویٰ کبھی صادر نہ فرماتے۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اس فتویٰ کا نوٹس لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ولم یعرف ابوحنیفہؒ العقیقۃ فکان ماذا؟ لیت شعری ازلم یعرفہا ابوحنیفہؒ ما ھٰذا بنکرۃ فطال مالم یعرف السنن۔ محلی ابن حزم ج ۷ ص ۵۲۹۔

عقیقہ والی صحیح حدیث امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علم میں نہ تھیں اور ان کو ان احادیث صحیحہ ثابتہ کا علم نہ ہونا کوئی ان ہونی بات نہیں آپ کو اور بھی بہت سی سنتوں کا علم نہ تھا۔

امام شوکانی اس فتویٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وھٰذا ان صح عنہ حمل علی انہ لم تبلغہ الواردۃ فی ذالک۔ نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۵۰۔ کہ

اگر واقعی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ فتویٰ صادر فرمایا تھا تو ان کا یہ فتویٰ مذکورہ احادیث صحیحہ سے بے خبری پر محمول کرنا چاہیے۔

ابوالحسنات عبدالحی حنفی لکھنوی لکھتے ہیں۔ وفی الباب احادیث کثیرۃ تدل علی مشروعیتھا واستحبابہا... بل بعضہا یدل علی الوجوب... فلا اقل ان یکون مستحبا بل سنۃ۔ لعلہا لم تبلغ امامنا حیث قال انہا مباحۃ التعلیق الممجد ص ۲۸۹۔ عقیقہ کے بارے میں بکثرت احادیث منقول ہیں جو اس کی شروعیت پر دلالت کرتی ہیں بعض تو اس کے وجوب پر دلالت

کرتی ہیں۔ وجوب نہ سہی عقیقہ کا سنت اور مستحب ہونا تو بلا شبہ ثابت ہے۔ ہمارے امام ابو حنیفہؒ کے عقیقہ کو جو مباح کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں یہ احادیث نہیں پہنچی ہوں گی۔ اور یہ قرینِ قیاس بھی ہے ورنہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ عقیقہ کا انکار نہ کرتے واللہ تعالیٰ اعلم۔

وجہ سوم: عقیقہ اور علماءِ احناف :۔ جہاں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ جیسے ائمہ مجتہدین، فقہاء، محدثین اور جمہور امت نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اس فتویٰ سے اختلاف کرتے ہوئے۔ عقیقہ کو سنت قرار دیا ہے۔ وہاں تمام علماء احناف نے بھی امام صاحب کے اس فتویٰ کو مسترد کر کے عقیقہ کو بعض نے سنت اور اکثر احناف نے مستحب کہا ہے۔

۱۔ **علامہ بدر الدین عینیؒ :۔** امام صاحب کی طرف اس فتویٰ کی نسبت کو چیلنج کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ جھوٹ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے عقیقہ کو بدعت (جاہلی رسم) کہا ہے انہوں نے تو اس کے مسنون ہونے کا انکار کیا ہے۔ حاشیہ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۱۔

۲۔ **شیخ عبد الحق محدث دہلوی :۔** عقیقہ کو سنت قرار دیتے ہیں۔ سفر سعادت بحوالہ فتاوی عبد الحی ص ۳۸۸

۳۔ **علامہ شامی حنفی کا فتویٰ :۔** فرماتے ہیں جن کے ہاں بچہ پیدا ہو تو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں روز بچے کے بال بنائے جائیں اور اس کا عقیقہ ذبح کیا جائے۔ جیسا کہ الجامع المحبوبی میں لکھا ہے۔ رد المحتار ج ۶ ص ۳۳۶۔

۴۔ **علامہ عبد الحی حنفی لکھنوی کا وضاحتی بیان۔**

عقیقہ کی مخالف روایت

فرماتے ہیں کہ جس روایت کی بنیاد پر عقیقہ کو جاہلی رسم کہا گیا ہے وہ روایت سخت ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کے دو راویوں مسیب بن شریک اور عقبہ بن یقظان استاد شاگرد دونوں کو فن اور ائمہ جرح و تعدیل نے ضعیف کہا ہے۔ لہٰذا یہ روایت اس قابل ہرگز نہیں کہ اسکی وجہ سے عقیقہ کو جاہلی رسم کہا جائے۔ علاوہ ازیں اگر عقیقہ منسوخ ہو چکا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ نہ کرتے۔ اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپؐ کے بعد اپنی اولاد کا عقیقہ کرتے۔ جیسا کہ نافع نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ میرے والد عروہ بن زبیر اپنے لڑکے اور لڑکیوں کی طرف سے عقیقہ کیا کرتے تھے۔ خلاصہ کلام یہ کہ عقیقہ کی مشروعیت اور اس کے استحباب پر متعدد احادیث صحیحہ دلالت کرتی ہیں۔ لہٰذا یہ ضعیف روایت ہرگز قابلِ اعتبار نہیں۔ التعلیق الممجد ص ۲۹۱۔

موصوف ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔ لڑکے کے عقیقہ میں دو بکرے ذبح کرنے چاہیں تاہم استطاعت اور قدرت نہ ہونے کی صورت میں ایک پر بھی اکتفا درست ہے۔ فتاویٰ عبدالحیی ص ۲۹۸

۵ ۔ مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی :۔ لکھتے ہیں۔ بدائع الصنائع والی روایت سے نفس عقیقہ کا نسخ مراد نہیں بلکہ عقیقہ کے وجوب کا نسخ مراد ہے۔ کیونکہ قربانی سلہ میں شروع ہو گئی تھی۔ اور حضرت حسن اور حسین کا عقیقہ ۳ھ اور ۴ھ میں ہوا تھا۔ اسی طرح حضرت ام کرز کعبیہ سے بھی عقیقہ کی صحیح حدیث مروی ہے اور اس بی بی نے یہ حدیث صلح حدیبیہ کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ اور صلح حدیبیہ ۶ھ میں ہوئی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے آخری جگر گوشہ سیدنا ابراہیم بن محمد کا عقیقہ کرنا بھی ثابت ہے۔ اور یہ واقعہ ۹ھ کا ہے۔ لہٰذا اگر عقیقہ منسوخ ہو گیا ہوتا۔ جیسا کہ اس فتویٰ میں دعویٰ کیا گیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تین عقیقے کرنا اور ام کرز کعبیہ کو عقیقہ کا مسئلہ بیان کرنا ناقابل فہم بات ہے۔ کیونکہ ناسخ کے لیے منسوخ سے متاخر ہونا ضروری شرط ہے۔ فافہم ولا تکن من القاصرین۔ کشف المغطا حاشیہ موطا امام مالک ص ۴۹۴ ۔

۶ ۔ مولانا عزیز الرحمان دیوبندی کا فتویٰ :۔ صحیح یہ ہے کہ مذہب حنفیہ میں عقیقہ مستحب ہے۔ جواب سوال ۱۲۹۶ عزیز الفتاویٰ المعروف فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۶۷ ج ۱ ۔

۷ حکیم الامت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ رسم عقیقہ کی تحقیق کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ عرب اپنی اولاد کا عقیقہ کرتے تھے۔ اور اس کو لازم اور سنت موکدہ سمجھتے تھے۔ چونکہ اس میں بہت سی مادی، مدنی اور روحانی مصلحتیں کارفرما ہیں۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم کو قائم رکھتے ہوئے خود بھی اس پر عمل کیا اور امت کو بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی۔ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۴۴ ۔ ان سات شہادتوں سے معلوم ہوا کہ خود علماء احناف کے ہاں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ فتویٰ صحیح نہیں۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ عقیقہ سنت ثابت ہے کہ بکثرت احادیث صحیحہ ثابت اس پر شاہد عدل ہیں سلف صالحین اور جمہور علماء امت قرناً بعد قرن اس سنت پر عمل کرتے چلے آئے ہیں۔ لہٰذا امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب ایک غلط فتویٰ کی آڑ میں اس کو جاہلی رسم قرار دے کر منسوخ ٹھہرانا نہ صرف حق وانصاف کا خون کرنا ہے بلکہ انکار حدیث کے لیے راہ ہموار کرنا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔